تمہید

مولانا سید ابوالخیر مودودی کے قلم سے "حیات سرمد" کے سلسلے کی آخری کڑی" اورنگ زیب" پیش کی جارہی ہے۔ حسب روایت مولانا مرحوم نے اپنے تاریخی مطالعے، قدیم فارسی تذکروں اور تواریخ کی روشنی میں اورنگ زیب پر معروضی نقطہ نظر سے لکھنے کی کوشش کی ہے، البتہ بعض مقامات پر سید صاحب کے قلم نے تحقیقی راہ سے ہٹ کر تخت نشینی کی جنگ کو "کفر و ایمان" کی نگاہ سے دیکھا ہے، یہ نقطہ نظر نیا نہیں ہے۔ بعض دوسرے اہل قلم نے بھی سیاست کے خم و پیچ کو مذہب کی آنکھ سے" پہچاننے کی سعی کی ہے۔

سید صاحب نے سرمد پر اپنا مقالہ ۱۹۲۷ء میں لکھا تھا، یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس مقالے کی تیسری کڑی "اورنگ زیب" کب انہوں نے مکمل کی، یوں نظر آتا ہے کہ آپ نے یہ مضمون قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں آکر لکھا ہے۔ جب کہ پوری فضا مذہبی نعروں سے گونج رہی تھی اور سیاست ٹھوس اور مربوط پروگرام کی بجائے مقبول عوام مذہبی نعروں کا سہارا لے رہی تھی۔ ایسی فضا میں قلم کا تاریخ کے ٹھوس اور تلخ حقائق کے پہلو بہ پہلو چلنے سے پہلوتہی کرنا موجب حیرت نہیں، بے شبہ اورنگ زیب عالم گیر خاندان مغلیہ کا آخری تاجدار ہے جو اپنی بیدار مغزی، تدبر، جنگی مہارت، انتظامی اہلیت اور آہنی شخصیت میں اپنے سیاسی حریفوں (بھائیوں) سے کہیں آگے تھا۔ چنانچہ اس نے تخت نشینی کی جنگ جس سیاسی اور جنگی بصیرت سے جیتی، وہ اسی کا حصہ

تھا۔ لیکن سید صاحب کا یہ فرمانا کہ : "اس جنگ کا مقصد یہ نہ تھا کہ دارا تخت حکومت کا مالک ہو گا یا اورنگ زیب، بلکہ اس کی غایت یہ تھی کہ اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں سنبھالا لے گا یا اس الحاد کی جس کی بنیاد اکبر نے رکھی تھی، مہلک گرفت میں چلا جائے گا۔"

سوال یہ ہے کہ تخت نشینی کی جنگیں اورنگ زیب سے پہلے بھی لڑی گئیں اور اس کی وفات کے بعد بھی، لیکن ان جنگوں کو کسی نے بھی اسلام اور کفر کی جنگ قرار نہیں دیا، آخر اورنگ زیب اور دارا کی جنگ کفر و ایمان کی جنگ کیوں کر بن گئی؟ چنانچہ سید صاحب مرحوم کا یہ فرمانا : "اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں سنبھالا لے گا۔" تاریخی طور پر صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود عالم گیر جیسے جفا کش، بہادر، اور اولوالعزم سلطان کے عہد میں معاشرہ بڑی تیزی سے زوال و انحطاط کی طرف بڑھ رہا تھا، حتیٰ کہ خود عالم گیر کے اپنے بیٹے مرہٹوں سے ملے ہوئے تھے۔ اور بہ قول خافی خان، بڑھتی ہوئی کرپشن (Corruption) حکومت کے احکام سے سرکاری ملازمین کی برابر بے پروائی، ریاست کے مالی وسائل کی ناکامی اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ بڑے بڑے سرکاری افسروں کا خواہ اس کا کتنا ہی بڑا جرم ہو، سخت مواخذہ سے بچ نکلنا، غرضیکہ یہ امور تھے، جنھوں نے سلطنت کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا، چنانچہ جونہی اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوئیں۔ معاشرے کی تہ میں بہنے والا اخلاقی و اجتماعی فساد سب پر عیاں ہوگیا۔ اگر شریعت صحیح معنی میں نافذ ہوتی، اسلام کا بول بالا ہوتا اور صحت مند اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی بنیادوں پر معاشرہ کی تشکیل کی جاتی، تو حکومت عالم گیر کے بعد اتنی جلدی باغی طاقتوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالتی۔ اور اورنگ زیب کی وفات سے صرف تیس سال بعد مہم جو اور طالع آزما بیرونی حملہ آور بڑی بے رحمی سے دہلی اور اہل دہلی کو پامال نہ کرتے۔ کیا جزیہ اور گاؤ کشی کو جو عہد اکبری میں موقوف کر دئے گئے تھے۔ دوبارہ وجود

میں لانا اور یہ حکم جاری کرنا کہ کہ جزیہ دینے والا خود پیدل چل کر آئے اور کھڑے ہو کر جزیہ ادا کرے اور کلکٹر یہ کہے : او ذمی ! جزیہ دو !

(مرات احمدی از مرزا محمد حسن، کلکتہ، ۱۹۲۸ء، ص ۲۹۲)

کیا ان فروعی احکام کے اجراء کو اسلام کی نشات ثانیہ کہا جاسکتا ہے؟ (۱) بلاذری میں آیا ہے کہ جب عراق کے بنو تغلب عیسائی قبیلے نے جزیہ دینے سے انکار کیا اور اسے "توہین" کی علامت قرار دیا تو حضرت عمر نے ان سے جزیہ موقوف کر دیا اور بنو تغلب پر "صدقہ" لازمی قرار دیا، جو مسلمان ادا کیا کرتے تھے۔ القصہ تخت نشینی کی جنگ کو مشکل ہی سے کفر و ایمان کی جنگ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسی جنگیں انسانی تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ جو سیاسی مقاصد کے لیے لڑی گئیں اور کبھی کبھار مذہب کے جھنڈے تلے لڑی گئیں۔ ہم خود اپنے ملک میں کئی بار مشاہدہ کر چکے ہیں کہ سیاسی مظاہروں نے احتجاج کرتے ہوئے بعض اوقات مذہبی نعروں کا سہارا لیا۔ جب مظاہرے ایک خاص مقام پر پہنچے تو دوسری طاقتوں نے آکر اقتدار پر قبضہ کر لیا اور لوگوں کو پتہ چلا کہ ان کی آنکھوں نے آسمان سیاست کے "کواکب" سے دھوکہ کھایا۔ وہ وہ نہیں تھے جو نظر آرہے تھے۔ وہ بہ قول غالب "بازی گر" تھے۔

سید صاحب نے اپنے مقالے کی پہلی قسط میں سرمد کے قتل کو انتقامی واقعہ قرار دیا تھا (المعارف جولائی ۱۹۹۲ء) لیکن یہاں انھوں نے لکھا ہے : سرمد کی ظاہری حالت خلاف شرع تھی، پھر اس کے بعض اقوال سے شریعت غرا کے بعض مسلمہ عقائد پر زد پڑتی تھی۔ عالم گیر کے لیے بہ وجوہ (یہ باتیں) بہت اہمیت رکھتی تھیں۔"

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : قرآن مجید : اسلامی فکر کا بنیادی سرچشمہ، ط، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۸۰ء، ص ۷۱ - ۷۴

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ عہد شاہ جہاں میں سرمد سے سیاسی یا مذہبی طور پر کوئی تعرض نہیں کیا گیا، شاہ جہاں کے قاضی نے سرمد کے مذہبی خیالات کی کوئی مذمت کی، نہ ہی اس کے اشعار کو شریعت کے مسلمہ عقائد کے خلاف قرار دیا۔ آخر اورنگ زیب کے زمانہ میں جب اس کی حکومت مستحکم ہو چکی تھی اور سیاسی حریف میدان چھوڑ چکے تھے۔ ایک شاعر بے نوا اور مجذوب بے ریا کو "ننگ شریعت" قرار دے کر قتل کرانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟

واقعہ یہ ہے کہ اورنگ زیب کی شخصیت نے بھی تاریخ کے دوسرے بہادر اور اولوالعزم حکمرانوں کی طرح تکمیل و ارتقا کی مختلف منزلوں کو طے کیا ہے۔ تخت نشینی کی پہلی منزل میں اس کی تلوار نے بعض ایسے سیاسی فیصلے کیے، جنہیں ابھی تک اخلاقی ضمیر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سرمد کا قتل اور باپ کی نظر بندی کا تعلق بھی اس پہلی منزل سے ہے۔ لیکن دوسرے دور میں اس نے مقدور بھر ملک میں سیاسی استحکام اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیا، اس فلاح و بہبود میں اس نے ہندو مسلم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی، ملک کے ہر مذہبی گروہ سے برابری کا سلوک کیا۔ اور سب کو ریاست کی طرف سے تحفظ دیا، گویا اسی پالیسی کو کسی حد تک اختیار کیا جو بابر اکبر نے اختیار کی تھی اور جس کا داعی دارا شکوہ تھا۔ تیسرے دور میں ہر چند دکن کی جنگوں سے انتظامی امور میں خلل اور فساد واقع ہو گیا تھا۔ جو طویل جنگوں کا ایک منطقی نتیجہ تھا۔ اورنگ زیب کی اخلاقی اور مذہبی شخصیت میں ایک حسن اور نکھار پایا جاتا ہے، جسے حمید الدین کی معروف کتاب "احکام عالم گیری" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اورنگ زیب برصغیر کے ان مظلوم حکمرانوں میں سے ہے جن کے بارے میں مورخ کے قلم نے جانبداری سے کام لیا ہے اور برطانوی ہندوستان میں ایلیٹ اور ڈارسن نے ہندو مسلم تعلقات کو خراب کرنے کے لیے تاریخ کے تقاضوں

سے برابر تغافل برتا ہے، لیکن سچائی پر کب تک پردہ ڈالا جاسکتا ہے؟ مقام مسرت ہے کہ برصغیر کے نئے اہل علم مثلاً عرفان حبیب، نورالحسن اور اس پایہ کے دوسرے منصف مزاج مورخوں نے اپنی سنجیدہ تحریروں سے اورنگ زیب کے بارے میں پھیلی ہوئی بعض غلط فہمیوں۔ مثلاً ہندو دشمنی، مذہبی جمود و تعصب۔ کا پردہ چاک کیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک آخری تحریر ڈاکٹر اوم پرکاش پرشاد کی کتاب "اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر" ہے، جس میں فاضل موئف نے تاریخی دستاویزات کی روشنی میں اورنگ زیب کو ایک انصاف پسند حکمران کی حیثیت سے پیش کیا ہے، جس کی نظر میں ریاست میں بسنے والا ہر شہری (ہندو ہو یا مسلمان) برابر تھا۔ القصہ اورنگ زیب عالم گیر جیسے بہادر حکمراں کی شخصیت کا مطالعہ دل پر ہاتھ رکھ کر نہیں بلکہ تاریخ کے ٹھوس اور تلخ حقائق کی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔ اس طریق سے ہم تاریخ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اور اس کے آئینہ میں اپنے خدوخال کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔

رشید احمد (جالندھری)